"ڈکیتی "ارتھ شاستر اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ایک تحقیقی وتقابلی جائزہ

"Dacoity" An Analytical and Comparative Study of Arthashastra and Islamic Jurisprudence

ڈاکٹر عبدالقدوس[۱]

ڈاکٹر محمد نعیم[۲]

Abstract:

Establishment of a State is the basic and important instiution for a mankind for their social ,cultural and civilizational life.It is obligatory on any state to provides the basic necessities of life including to protect of life and properity on an important task in response of that the citizens of the state pays their taxes .It is the duty of the state to end and eradicate the all elements of banditry,dacoits,theives and robbers in case the life and properity is at risk.The conditions of the society are not the result of actions of the political leadership, but also intellactual and religious leadershipof siding draughty the good of society .

Each and every society has their own rules of law and peoples are pass their life according to prescribed law. The daily affairs are conducted by the same principles.If there is no rule of law in society than injustice takes place and criminal strain becomes common. Mounting overcome the effects of crime on youth.This is largely due to illiteracy rate is not adhering to the principles of our Islamic way of life and very little training.It is believe that through Islamic practice can save the lives. In this paper, it has been discussed the basic terminologies used for the dacoity, components impact on society and state and legal punishment for the said crime in the light of Arthashastra and Islamic Jurisprudence .

Keywords: Dacoity, Arthashastra, Islamic Jurisprudence, State

انسان، چونکہ مدنی الطبع ہے اس لئے اسے دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے، کیونکہ وہ اپنی تمام تر ضروریات خود پوری نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کے مزاج ایک جیسے نہیں ہوتے اور انسان کا حریص

[۱] استاذ، شعبہ علوم اسلامیہ وتحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

[۲] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ہونا بھی ان کے جملہ صفاتِ بشری میں ایک صفتِ لازمہ ہے۔ لہذا کبھی کبھار مال منفعت کے حصول میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچتی ہے اور مال منفعت کا حصول چاہے دھوکہ دہی سے ہو یا بذریعہ تعدی ہو۔ ان دونوں ناجائز طریقوں کی حوصلہ شکنی اور بیخ کنی کے لئے ہر معاشرہ، ادارہ اور ریاست کچھ قوانین بناتے ہیں اور یہ قوانین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے قوانین انسانی خود ساختہ ہوتے ہیں جبکہ دوسرے قسم کے قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے قوانین کو لاگو کرنا کسی ادارے، معاشرہ اور ریاست کے سربراہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ تمام لوگوں میں غیر جانبدارانہ اور کسی رنگ، نسل اور مذہبی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر نافذ کریں۔ ایسی ریاستیں فلاحی اور کامیاب ریاست کہلاتی ہے۔

انسان اپنی اجتماعی زندگی کی ترتیب، تہذیب وتمدن اور ثقافت کے لئے جو ادارہ قائم کرتا ہے ان میں ریاست سب سے اہم اور بنیادی ادارہ ہے۔ شہریوں کو تمام بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ریاست کی منجملہ ذمہ داریوں میں ہر فرد کی جان و مال کی حفاظت ایک اہم ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ریاست شہریوں پر جو بھی ٹیکس لگاتی ہے اس کی بنیاد پر شہریوں کی جان و مال کی حفاظت بھی ان پر عائد ہوتی ہے۔

معاشرہ کی تنظیم اور تدبیر ریاست میں مذہب کا بڑا حصہ ہے۔ ہر نبی اور مصلح ملت نے اپنی اپنی قوم کو اتحاد کی لڑی میں منسلک کرنے کی کوشش کی ہے اور جماعتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے والدین، اولاد، زوجین، پڑوسیوں اور عام انسانوں کے باہمی حقوق وفرائض بیان کئے ہیں۔ سلاطین، حکمرانوں اور شہزادوں کے نام عظیم علمی شخصیات کے رہنما خطوط ریاستی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ جنہیں ایک قوم ان میں مندرج رہنما اصولوں کو اپنی زندگی کا محور بنا کر اپنے لئے مشعل راہ بنا لیتے ہیں۔ جس طرح تین سو سال قبل مسیح میں ارسطو نے سکندر اعظم اور کوتلیہ چانکیہ نے چندر گپت موریا کے لئے بذریعہ وعظ اصول حکمرانی تیار کئے جن میں مؤخر الذکر کو ایک الہامی صحیفے کے مترادف قرار دیا جاتا ہے اسی نہج پر اناجیل اربعہ میں لوقا کی انجیل ہے جو انہوں نے پرنس تھیوفلس کے نام مواعظ کی صورت میں تحریر کی تھی اور جسے مقدس صحیفے کی حیثیت حاصل ہے۔

''کوتلیہ چانکیہ'' (۱) کا ''ارتھ شاستر'' نامی خود نوشت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ وہ ریاستی تحریر نامہ ہے جسے کوتلیہ چانکیہ نے اپنے دور کے حکمران ''چندر گپت موریا'' کے لئے بطور وعظ اصول حکمرانی مرتب کیا۔ ارتھ شاستر کے معنی و مفہوم میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

ایک قول کے مطابق ''ارتھ'' کے معنی ہے [دولت/حکومت اور جائیداد] (۲) جبکہ ''شاستر'' کے معنی ہے [کسی دیوتا، رُشی یا مُنی کی لکھی ہوئی کتاب فلسفہ] (۳) لیکن ایک دوسرے قول کے مطابق شاستر کے معنی ہیں [مذہبی احکامات کی روشنی میں مختلف موضوعات پر لکھی گئی کتابیں] (۴) جبکہ ارتھ شاستر کے معنی [وہ علم جس میں روپیہ یا دولت کمانے کے احوال درج ہوں] (۵) یا اس کا مطلب ہے [دولت کی کتاب] (۶) کیونکہ تمام مذاہب میں علم کو ''دولت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کوتلیہ چانکیہ نے کئی کتابیں لکھیں مگر ارتھ شاستر کو بہت شہرت نصیب ہوئی، جو کہ سیاست، معیشت، بین الاقوامی تعلقات پر اور جنگی حکمت عملی کے متعلق ایک شاندار نمونہ ہے۔ (۷) تاریخی اور جغرافیائی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ چندر گپت موریہ کا زمانہ حکمرانی ۳۲۲ قبل مسیح تھا، جبکہ اس کا پوتا اشوک وردھنا (۸) ۲۹۶ قبل مسیح میں ہندوستان کا شہنشاہ بنا۔ گویا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا

ہے کہ کوتلیہ چانکیہ نے اپنی مشہور کتاب ارتھ شاستر ۳۱۱ قبل مسیح اور ۳۰۰ قبل مسیح کی درمیانی مدت میں لکھی۔(۹)''ارتھ شاستر'' کا نمایاں عنوان دولت کی تنظیم ہے تاہم یہ کتاب سیاست، جنگی حکمت عملی اور ملازمین کی بھرتی اور ٹریننگ پر ایک نادر کتاب ہے۔ اس کتاب کو ایک عظیم نمونہ اور ایک اتھارٹی سمجھا جاتا ہے۔(۱۰)

انسان، چونکہ دو مخالف قوتوں خیر و شر اور نیکی اور بدی کے مجموعہ اضداد کا نام ہے۔ اس میں ملکیت بھی ہے جو پاکیزہ خیالات پیدا کرتی اور اعمال خیر کی طرف مائل کرتی ہے اور بہیمیت بھی ہے جو اس میں سفلی جذبات، فسق و فجور اور برائیوں کے ارادے پیدا کرتی اور جرائم کی طرف مائل کرتی ہے۔ جرائم خواہ کسی بھی درجہ اور نوعیت کے ہوں وہ افراد کے خلاف ہوں یا معاشرے کے، پیشہ ورانہ ہوں یا سیاسی، بہرصورت ناجائز اور قابلِ سزا ہیں۔ ان جرائم میں سے ایک ''ڈکیتی'' بھی ہے جس کو عربی اور شریعت کے اصطلاح میں ''حرابہ اور قطع طریق'' سے تعبیر کیا ہے۔ اور جس کو فقہاء ''سرقہ کبریٰ'' بھی کہتے ہیں۔

فقہاء کے نزدیک ''حرابہ / قطع طریق'' سے مراد ایک فرد یا کئی افراد کا ''بزور طاقت لوگوں کا مال لوٹنا" ہے۔ یا مال چھیننے میں کسی ہتھیار، لکڑی، پتھر اور لاٹھی کا استعمال کر کے خون ریزی کا ارتکاب بھی کریں۔(۱۱)

جبکہ ارتھ شاستر میں حرابہ (ڈکیتی) کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

''کسی شخص یا مال پر اچانک زبردستی قبضہ کرنا یا پکڑ لینا ساہنس (ڈکیتی) کہلاتا ہے''(۱۲)

حرابہ کے شرائط

ارتھ شاستر میں حرابہ کے لئے درج ذیل شرائط لکھے گئے ہیں۔

''کوئی شخص صبح سویرے یا شام کو زبردستی (اشیاء کی) مقررہ قیمتوں سے آدھی قیمت کی چیز چرائے''

''کوئی شخص ہتھیار لے کر زبردستی (اشیاء کی) مقررہ قیمتوں سے ۱/۴ (یعنی ایک چوتھائی) قیمت کی چیز ہتھیائے''(۱۳)

''جو لوگ مسافروں پر حملہ کریں یا ان کا راستہ روکیں، جو نقب لگائیں یا ڈاکہ ڈالیں''(۱۴)

''کوئی کسی کے گھر میں دن کے وقت زبردستی داخل ہو یا رات کو''

''کوئی ہتھیار لے کر کسی کے گھر میں دن یا رات کو گھسے''(۱۵)

فقہ اسلامی میں فقہاء کے نزدیک حرابہ کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ راہزن اس طرح مسلح ہوں کہ مسافروں میں ان کے مقابلے کی سکت نہ ہو۔ اسلحہ کے حکم میں بندوق، پستول، بڑا پتھر، لاٹھی اور خنجر سب داخل ہیں۔

۲۔ اس جرم کا ارتکاب ایسی جگہ پر کیا گیا ہو کہ عموماً متاثرین کی فریاد رسی کا وہاں امکان نہ ہو مثلاً: ایسی جگہ جو شہر سے باہر ہو یا امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق شہر میں دن کے وقت اسلحہ کے ساتھ اور رات کے وقت اسلحہ کے ساتھ یا اسلحہ کے بغیر اگر رہزنی کی جائے تو اس پر رہزنی کی حد نافذ کی جائیگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۳۔ یہ واقعہ دارالاسلام میں پیش آئے۔

۴۔ سرقہ کی تمام شرائط پائی جائیں یعنی نصاب پورا ہو، راہزنوں میں کوئی راہزن متاثرین میں سے کسی کا قریبی رشتہ دار نہ ہو، سب مجرم عاقل اور بالغ ہوں، گونگے نہ ہوں۔ اگر ایک سے زائد افراد ارتکاب جرم میں شریک رہے ہوں تو ہر ایک کے حصے میں بقدر نصاب مال (یعنی دس درہم) آتا ہو۔ جبکہ شیعہ زیدیہ اور امام احمدؒ کے نزدیک اگر مجموعی مال کی قیمت بقدر نصاب ہو اور ہر شخص کے حصے میں بقدر نصاب نہ ہو تو بھی محارب پر حد جاری ہوگی۔(۱۶)

۵۔ راہزن توبہ کرنے یا صاحب مال کو مال لوٹانے سے پہلے گرفتار ہوئے ہوں۔

۶۔ مستغیث (راہزنی سے متاثر ہونے والا شخص) کی جان اور مال شرعاً محفوظ ہو یعنی وہ مسلمان ہو یا ذمی بن کر دارالاسلام میں رہتا ہو (۱۷)۔

۷۔ مستغیث کا لوٹا گیا مال اس کے قبضے میں صحیح رہا ہو گویا کہ وہ یا تو اس مال کا مالک ہو یا مثلاً وہ مال اس کے پاس ہو یا اس مال پر اسے قبضہ ضمان حاصل ہو۔

۸۔ راہزن مستامن نہ ہو (یعنی دارالاسلام میں کافر ہونے کے باوجود عارضی اجازت پر مقیم ہو) کیونکہ مستامن پر رہزنی کی حد جاری نہیں ہوتی بلکہ اس کی تعزیر ہوگی۔(۱۸)

۹۔ تمام فقہاء کی متفقہ آراء کے مطابق محارب کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ مکلف ہو اور اس پر احکام اسلام کی پابندی لازمی ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ عاقل و بالغ ہو، کیونکہ مجنون اور بچہ دونوں اہل حد نہیں اور ان کے ساتھ جو لوگ اور رہزنی میں شریک ہوں ان پر حد نافذ ہوگی۔(۱۹)

۱۰۔ اگر دارالاسلام کا رہنے والا محارب دارالحرب میں داخل ہو کر رہزنی کرے تو دارالاسلام کا حاکم اس پر حد نافذ نہیں کر سکتا۔(۲۰)

۱۱۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور شیعہ فقہاء کے نزدیک محارب کی سزا میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر روایت کے مطابق اگر عورت جرم حرابہ میں شریک ہو تو اسے حد نہیں لگائی جائیگی، جبکہ ان کے نزدیک ایک دوسرے قول کے، مطابق حدود میں مرد و عورت مساوی ہیں کیونکہ نص نے مذکر اور مونث میں فرق نہیں کیا ہے۔(۲۱)

۱۲۔ محارب میں کوئی رہزن متاثرین میں سے کسی کا قریبی رشتہ دار نہ ہو، اس لئے کہ محرم رشتہ داروں کے لئے ایک گنا مال سے استفادہ کا اذن ہوتا ہے یا اس لئے بھی کہ کم سے کم مال اس سے محفوظ اور بچا کر نہیں رکھا جاتا، لہذا محرم کے مال چھیننے میں ایک طرح کا شبہ پیدا ہو گیا۔(۲۲)

۱۳۔ راہزن نے جس مال کو لیا ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں مال ہو، قابل قیمت ہو، محترم ہو کہ کسی دوسرے کے لئے اس پر دست درازی جائز نہ ہو۔ راہزن کی نہ اس میں ملکیت ہو اور نہ کوئی شبہ ہو۔ مال محفوظ ہو، عام لوگوں کے لئے اس میں کچھ اختیار نہ ہو۔(۲۳)

حرابہ کی صورتیں

حرابہ کی مختلف صورتیں ہیں، چنانچہ ارتھ شاستر میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے، کہ

''جو راجہ کے حرم میں زبردستی داخل ہو''

''دیہات یا فوج میں بے چینی پھیلائے''

''کوئی کسی کو ناحق وحشی پن میں مار ڈالے یا مویشیوں کا گلہ چرالے جائے''

''قاتلوں، ڈاکوؤں کے بیٹے اور بیویاں ملوث ہونے کی صورت میں پکڑا جائے'' (۲۴)

شریعت اسلامی میں فقہاء کے نزدیک درج ذیل صورتوں میں ایک شخص محارب (راہزن) متصور ہوگا۔

۱۔محارب زبردستی مال لینے نکلا ہو، لیکن ڈرانے دھمکانے پر اکتفا کر کے نہ کسی کا مال لیا اور نہ کسی کو قتل کیا۔

۲۔محارب زبردستی مال لینے نکلا ہو، مگر مال لے کر کسی کو قتل نہ کیا۔

۳۔محارب زبردستی مال لینے نکلا ہو، مگر صرف قتل کر کے مال نہیں لیا۔

۴۔محارب زبردستی مال لینے نکلا ہو، اور مال بھی لیا اور قتل بھی کیا۔

ان چار صورتوں کے علاوہ درج ذیل اور صورتیں بھی فقہاء نے حرابہ میں شمار کی ہیں۔

۱۔امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کسی شخص کا مال چھیننے کے لئے نکلنا، جس سے راستے میں خوف پیدا ہو یا وہ مال لے یا وہ کسی انسان کو قتل کریں، تمام حرابہ کی مختلف صورتیں ہیں، جبکہ بعض کے نزدیک مال لینے کی خاطر راستے کو پُرخطر بنا دینا حرابہ ہے۔(۲۵)

۲۔اگر راہزن کسی گاؤں یا محلے کا محاصرہ کرلیں اور وہاں کے رہنے والوں کو مرعوب یا مغلوب کر کے ان کا مال لوٹ لیں اور محلے والے اس طرح محصور ہو جائیں کہ کوئی بیرونی امداد حاصل نہ کرسکیں یا امداد حاصل کرنے کا امکان نہ ہو تو یہ بھی حرابہ میں شمار ہوگا۔

۳۔راہزنوں نے لوگوں کا مال اعلانیہ طور پر لوٹا ہو اور چپکے سے مال نہ لیا ہو، کیونکہ خفیہ طور پر مال لینا سرقہ ہوگا نہ کہ حرابہ۔(۲۶)

۴۔ہر وہ شخص جو راہزنی کرے، اس کا سبب بنے، مال لوٹے یا قتل کرے یا قتل کی دھمکی دے یا دھمکی دینے والے کی مدد کرے یا ڈاکوؤں کے گروہ میں رہے خواہ ڈاکہ ڈالتے وقت وہ نہ تو مال لوٹے نہ قتل کرے۔

ثبوتِ جرم

ارتھ شاستر میں جرم کے ثبوت کے لئے شہادت کو معتبر اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ارتھ شاستر کے مطابق:

''تین گواہوں کی شہادت لازمی ہے جو معتبر، دیانتدار، اور معزز ہوں۔ کم از کم دو گواہ فریقین کے لئے قابل قبول ہونے چاہیئں'' (۲۷)

ارتھ شاستر میں اقرار کی صورت میں اعتراف جرم کرنے والے پر سزا نہیں، تاہم یہ بھی ایک طریقہ ہے، چنانچہ اس کے متعلق ہے۔

''ایسے لوگوں کو تشدد کا نشانہ نہ بنایا جائے جو خود بخود اپنے جرم کا اعتراف کرلیں'' (۲۸)

فقہ اسلامی میں راہزنی کے جرم کے ثبوت کے لئے دو طریقے ہیں۔ اول بینہ (شہادت) اور دوم اقرار (اعتراف)

۱۔ جرم حرابہ میں شہادت کے لئے دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔ شہادت سے متعلق باقی امور اقرار و شہادت کے ذیل میں ذکر ہوئے ہیں۔

۲۔ قاضی محض اپنے علم و اطلاع کی بناء پر اس جرم کا فیصلہ نہیں کرسکتا، لیکن وہ لوگ بھی گواہ بنیں جنہوں نے راہزنوں کا مقابلہ کیا تھا یا وہ لوگ جنہوں نے رہزنی ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یا وہ لوگ بھی گواہ بن جائیں جو رہزنی سے متاثر ہوئے بشرطیکہ وہ اپنے واقعے کی شہادت نہ دیں۔ (۲۹)

محارب کی سزا

جزا و سزا اور ترغیب و ترھیب انسان کی ابتدائی تمدنی زندگی سے لے کر آج تک تمام متمدن معاشروں کی مذہبی، معاشرتی اور سماجی زندگی کا بنیادی عنصر رہا ہے۔ جس کی بنیاد انسانی فطرت میں موجود خوف و ہراس، مفید اشیاء کا حصول اور مضر اشیاء سے اجتناب پر رکھی گئی ہے۔

ہندو مذہب میں جزا و سزا کا مضبوط تصور پایا جاتا ہے لیکن ذات پات کے نظام نے جہاں ہندو مذہب اور معاشرے کے دوسرے سماجی پہلوؤں کو متاثر کیا ہے وہاں سزا کے نفاذ میں بھی طبقاتی نظام کا گہرا اعمل دخل رہا ہے۔ مختلف ذاتوں کے لئے سزاؤں کا تصور مختلف ہے۔ جس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ برہمن کے لئے کوئی جسمانی سزا نہیں ہے خواہ وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیوں نہ کرے، کیونکہ وہ برھما کے سر یا دہن سے پیدا ہوئے ہیں اور تمام کائنات میں مکرم و محترم اور دھرم کے نگران نیز کائنات کی بقاء کے ضامن ہیں۔ لہذا ایک برہمن کا قتل اور موت پوری کائنات کا قتل اور موت کے مترادف ہے۔ جبکہ دوسری طرف شودر برہمن کے پاؤں سے پیدا ہونے کی بناء پر معمولی جرم پر بھی واجب القتل قرار دیا جاتا ہے۔

ہندوں کے مذہبی اور معاشرتی سزاؤں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی قسم کی سزائیں، روحانی سزائیں کہلاتی ہیں جو کہ دوسری زندگی یا جنم میں دی جاتی ہے جس کی بنیاد نظریہ کرم یعنی عمل پر رکھی گئی ہے جس کے لئے اواگون یا تناسخ کا نظریہ اپنایا گیا ہے اور دوسری قسم کی سزائیں مادی اور جسمانی سزائیں ہیں جو کہ اسی زندگی میں دی جاتی ہے جس کا نفاذ بادشاہ کرتا ہے اور جس کی بنیاد ذات پات کا نظام ہے۔ ارتھ شاستر میں چونکہ جرم کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا دینے کی تلقین کی گئی ہے، لہذا اس سلسلے میں ڈکیتی کے جرم کے لئے چار مختلف قسم کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

شریعت اسلامیہ نے جرم حرابہ (راہزنی) کے لئے درج ذیل سزائیں مقرر کی ہیں، جن کا ماخذ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْ نَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْيُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَا بٌ

عَظِيمٌ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا اَنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْم ٥ (٣٠)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں۔

اس آیت میں مقصود محاربین کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک انس بن مالک نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل یا عریفہ کے لوگوں نے مدینہ کے اطراف کو آماجگاہ بنایا یہاں تک کہ انہوں نے ایک چرواہے کو بھی قتل کر دیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتحال معلوم کرائی اور انہیں پکڑوا کر مدینہ میں بلوایا چنانچہ انہیں ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی اور دوسری قصاصی سزا دی گئی۔ (٣١)

درجہ بالا نصوص کی روشنی میں گویا کہ جرم حرابہ کے لئے چار سزائیں مقرر ہیں۔ یعنی قتل، قتل اور پھانسی، قطع اور جلاوطنی، لیکن سزاؤں کی تحدید میں فقہاء کا اختلاف ہے کچھ فقہاء نے کہا ہے کہ "سورہ المائدہ" میں ذکر شدہ سزاؤں میں لفظ "واؤ" تخییر کے لئے ہے ،لہذا قاضی کا اختیار ہے کہ وہ کسی بھی سزا کا انتخاب کرتا ہے، جبکہ اور فقہاء کے نزدیک نہیں، جبکہ مسلک ظاہر کے مطابق تمام فقہاء کی متفقہ آراء کے مطابق امام کو بہر صورت اختیار حاصل ہے کہ جرم حرابہ کی خواہ کوئی بھی نوعیت ہو اور محارب نے قتل کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ اسے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔ اور ان کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

ا۔ حرابہ بلا نقصان جانی و مالی

ارتھ شاستر میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے۔ "صرف بے چینی پھیلانے اور راجہ کے حرم میں زبردستی داخل ہونے کی صورت میں مجرم کو سر سے پاؤں تک زندہ جلا دیا جائے"

جبکہ ایک دوسری جگہ کہا گیا ہے۔

"صرف مسافروں کا راستہ روکنے اور ان پر حملہ کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کی صورت میں "موت کی سزا پھانسی کی صورت میں دی جائے" (٣٢)

جبکہ فقہ اسلامی میں اگر راہزن نے قتل کیا اور نہ ہی مال چھینا، بلکہ صرف خوف و ہراس پیدا کیا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اسے "سزائے نفی" دی جائیگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سزائے نفی سے مراد "قید" ہے جبکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک "نفی" سے مراد "جلاوطنی" ہے جب تک مرتکب تائب نہ ہو۔ (٣٣) اور امام شافعیؒ اور شیعہ (زیدیہ) کے نزدیک "تعزیر یا نفی" کی سزا دی جائیگی۔ (٣٤) لیکن امام مالکؒ کی رائے کے مطابق قاضی کو "مصالح مرسلہ" کے اصول کے پیش نظر حرابہ کی کوئی بھی سزا دینے کی اجازت ہے، "سزائے تعزیر و نفی" انسب ہے۔ (٣٥)

نفی (جلاوطنی / قید) کی مدت

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نفی کی مدت غیر محدود ہے اور محارب کو توبہ اور اس کی حالت درست ہونے تک قید میں رکھا جائے گا، اور حنابلہ کے نزدیک بھی یہی راجح قول ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک جرم زنا کی جلاوطنی پر قیاس کرتے ہوئے اس نفی کی مدت بھی ایک سال ہوگی۔ (٣٦) چونکہ اس سزا کی وجہ یہ ہے کہ راہزن صرف شہرت چاہتا ہے اور جلاوطنی کی سزا سے مقصد اس کی فرامو

تی اور گمنامی کا باعث بن جاتا ہے۔اور دارالاسلام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کم از کم مسافت قصر (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دن کی مسافت، جبکہ امام امالکؒ، امام شافعیؒ اور احمدؒ کی متفقہ آراء کے مطابق ایک دن کی مسافت ہے، جبکہ بعض کے نزدیک سترہ میل ہیں) پرواقع کسی شہر میں جلاوطنی کی سزادی جائیگی۔

نفی کے معنی ''قید'' کے لینے والے فقہاء کے نزدیک اگرچہ روئے زمین سے کسی کو نکالا نہیں جاسکتا، تاہم جس قدر ہو سکے اس قدر زمین سے ہٹادینا کافی ہے اور نفی کے معنی ''جلاوطنی'' کے لینے والے فقہاء کے مطابق بھی محل جرم سے بقدر استطاعت دور رکھنا ہے۔لیکن ان کے نزدیک اگر محارب کو قید کردیں تو یہ اللہ کے حکم کے مطابق اسے زمین سے نفی کرنا نہیں بلکہ یہ نفی اور دور کردینے کی ضد ہوگا یعنی یہ زمین میں اقرار اور اثبات ہوگا، جو قرآن کی نص کے خلاف ہے۔جبکہ محارب کو بقدر طاقت زمین سے دور کرنا نفی ہے اس لئے کہ اسے کسی جگہ ٹھہرنے نہ دیا جائے جب تک اسے نکالا جاسکتا ہو اسے نکالتے رہیں، بشرطیکہ محارب، راہزنی پر قائم رہے۔(۳۷)

۲۔حرابہ بنقصان مالی وبلا جانی

حرابہ کی دوسری صورت یہ کہ مرتکب حرابہ فرد یا افراد خوف ہراس پیدا کر کے قتل کی واردات کے بغیر صرف مال لُوٹ لیں ،ارتھ شاستر میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے۔

''ایسا مجرم جو ڈکیتی کی منصوبہ بندی خود کرے اور کام کسی دوسرے سے کرائے ایسے مجرم کی سزا لوٹے جانے والے مال کی قیمت سے دُگنی رقم بطور جرمانہ ادا کرنی ہوگی۔جو مددگار کسی اور کو یہ کہہ کر اس کام پر لگائے کہ میں تجھے اتنا سونا دوں گا جتنا تجھے چاہیئے، اس پر لوٹے جانے والے مال کی کل قیمت سے چار گنا زیادہ رقم جرمانے کے طور پر ادا کرنا ہوگی''(۳۸)

فقہ اسلامی میں اسی صورت کی سزا کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محارب کو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنے کی سزادی جائے۔دایاں ہاتھ اس لئے کہ سارق (چور) کا سیدھا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور بایاں پاؤں مخالفت کے تحقق کے لیے کاٹا جائے گا۔لیکن ہاتھ کے اچھا ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہاتھ اور پاؤں ایک ساتھ کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ ایک ہی سزا ہے اور کاٹنا بھی ہاتھ سے شروع ہوگا کیونکہ آیت میں بھی ہاتھ کو پاؤں پر مقدم کیا ہے۔

اگر کسی کے ہاتھ اور پاؤں پہلے ہی سے کسی جرم حرابہ، سرقہ، قصاص یا مرض میں ضائع ہو چکے ہوں تو امام ابوحنیفہؒ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک محارب سے قطع (ہاتھ اور پاؤں کاٹنے) کی سزا ساقط ہوجائے گی، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اگر باقی اعضاء قطع کے مستحق ہونگے وہ بھی کاٹے جائینگے، اگر اس کا داہنا کٹا ہوا ہو تو اس کی جگہ بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔اگر اس کے دونوں ہاتھ صحیح ہوں اور بایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو اس کا صرف داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ محل حد میں ہاتھ ہی موجود ہے تو اسی پر حد جاری ہوگی۔

امام مالکؒ کے نزدیک اگر راہزن نے قتل کئے بغیر مال چھینا ہو تو مفاد عامہ کے مطابق قاضی/امام اپنے اجتہاد سے سوائے نفی کے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے، کیونکہ راہزنی ایک شدید جرم ہے لہذا قاضی/امام کو اختیار نہیں کہ وہ قطع کی سزا چھوڑ کر نفی کی سزا دے، چونکہ اس سزا کی اساس حد سرقہ ہے کہ اس میں بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے لیکن جرم راہزنی کا ارتکاب آبادی سے ہٹ کر راستوں میں ہوتا ہے ،اس لئے محارب کو اکثر اپنی کامیابی کا یقین ہوتا ہے اور اس بات کا خطرہ نہیں ہوتا کہ کوئی اس کا مقابلہ کرے گا، اور اس کے فرار ہونے

کے امکانات معمولی چور کے مواقع سے زیادہ ہیں۔ اس وجہ سے اس کی سزا میں سختی کی گئی تاکہ جرم سے باز رکھنے والے نفسیاتی عوامل جرم کے دائی عوامل پر غالب آسکیں۔ (۳۹)

۳۔حرابہ بنقصان جانی وبلا مالی

جرم حرابہ کی تیسری صورت کہ محارب نے ارتکاب کے دوران صرف قتل کیا اور مال نہیں چھینا، ارتھ شاستر میں اس کے متعلق کہا گیا ہے۔

''ناحق وحشی پن سے مار ڈالنے کی صورت میں اس جرم کے مرتکب کی گردن اڑا دی جائے''(۴۰)

شریعت اسلام میں اسی صورت کی سزا کے بارے میں فقہاء کے آراء درج ذیل ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایسے جرم کے مرتکب فرد کو سزائے حد کے طور پر صرف قتل کیا جائے لیکن دوسری رائے کے مطابق پھانسی بھی دی جائے۔ (۴۱) جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک قاضی کو اختیار ہے چاہے وہ قتل کرے اور پھانسی دے یا صرف قتل کرے۔ (۴۲) ان دونوں سزاؤں کے علاوہ باقی دو سزاؤں میں امام کو اختیار نہیں ہے۔ (۴۳)

۴۔حرابہ بنقصان جانی و مالی

حرابہ کی چوتھی صورت یہ ہے کہ محارب قتل بھی کرے اور مال بھی لے، ارتھ شاستر میں اس کے متعلق کہا گیا ہے۔

''ناحق کسی کے مویشیوں کو چرانے اور ناحق وحشی پن سے مار ڈالنے کی صورت میں اس جرم کے مرتکب کی گردن اڑا دی جائے''(۴۴)

اسلامی شریعت میں اس کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔

امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مجرم کو قتل اور پھانسی دونوں سزائیں دی جائینگی۔ اور اس صورت میں ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی سزا نہیں۔ (۴۵) اور امام مالکؒ کے نزدیک قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے قتل کرے، پھانسی دے اور پھر قتل کرے۔ (۴۶) جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو میں سے کوئی ایک سزا دی جائیگی۔ اول یا تو پہلے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر پھر قتل یا پھانسی دی جائے گی۔ دوم یہ کہ ہاتھ پاؤں کاٹے بغیر بلا پھانسی دیئے قتل کیا جائے یا پھانسی دے کر قتل کیا جائے گا۔ (۴۷)

سُولی کی کیفیت

امام مالکؒ پہلے پھانسی اور پھر قتل کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ دلیل کہ چونکہ پھانسی عقوبت ہے جو زندہ پر جاری ہوسکتی ہے مردہ پر نہیں، اس لئے محارب کو پہلے لکڑی پر پھانسی دی جائے گی اور مصلوب ہونے کی حالت میں اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ پھانسی بطور سزا لازم ہوتی ہے اور مُردے پر سزا جاری نہیں ہوتی، پھانسی سے مقصد محض دوسروں کو باز رکھنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد سزا ہی ہے۔ جبکہ مسلک مالکؒ کے بعض فقہاء پھانسی سے پہلے قتل کی سزا کے قائل ہیں۔ (۴۸)

لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ پہلے قتل پھر پھانسی دینے کے قائل ہیں اس فریق کی دلیل یہ ہے کہ نص قرآنی میں قتل کا لفظ پہلے ہے اس لئے قتل پھانسی پر مقدم ہوگا، نیز یہ کہ قتل سے پہلے پھانسی تعذیب ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور پھانسی کی سزا قاتل کو

اقدامِ قتل سے روکنے والی سزا نہیں ہے۔ اگر یہ سزا باز رکھنے والی ہوتی تو از روئے قواعد شریعت قتل کی ضرورت نہ رہتی بلکہ پھانسی کی سزا دوسروں کو متنبہ کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے اور اس سے مقصود اس کے معاملے کی تشہیر کہ دوسرے لوگ باز رہیں۔(۴۹) اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی امام مالکؒ کے مسلک کی طرح دو آراء ہیں، لیکن راجح قول یہ کہ پہلے زندہ پھانسی دی جائے گی اور پھر اسے نیزہ مارا جائے گا یہاں تک کہ مارا جائے۔ اور دورِ جدید میں پھانسی مع قتل کی سزا ایسی ہے جیسے محکوم علیہ کو صلیب کی شکل کے تختے سے باندھ کر گولی ماردی جائے۔

پھانسی کی مدت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے فقہاء کے نزدیک پھانسی کی مدت اتنی ہونی چاہئے کہ اس معاملے کی شہرت ہوجائے کیونکہ پھانسی دینے کا مقصد اس معاملہ کی تشہیر ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محارب کو تین دن تک پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔(۵۰)

محارب اگر حد قائم ہونے سے پہلے مرجائے تو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اسے پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ پھانسی کی سزا بھی حد کا ایک حصہ ہے اور محارب کے مرجانے سے حد ساقط ہوچکی ہے اور پھانسی بھی ساقط ہوجائے گی۔ لیکن امام شافعیؒ کی رائے کے مطابق پھانسی کی سزا ساقط نہیں ہوگی کیونکہ اس کی تنفیذ ممکن ہے۔ اور مسلک امام ابوحنیفہؒ میں بھی پھانسی درست ہے کیونکہ قتل کے بعد از راہِ عبرت اسے سولی پر لٹکایا جائے گا۔ اگر چہ وہ حق افراد کو حق اللہ پر مقدم کرتے ہیں کیونکہ امر تنفیذ حقوق میں مانع نہیں ہے، سوائے اس کے جو ضرورتاً ساقط ہوجائے، لیکن جو حق ساقط نہ ہو وہ نافذ ہوگا۔(۵۱)

سقوطِ حد

جرم حرابہ کا ارتکاب کرنے والے راہزن سے درج ذیل صورتوں میں حد ساقط ہوجائے گی۔ ارتھ شاستر کے مطابق:

''خواہ جرم کی نوعیت کچھ بھی ہو، کسی برہمن کو اذیتیں نہیں دی جائیں گی۔ برہمن کے چہرے کو داغ دیا جائے گا، کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ مجرم ہے''

''ایسے لوگوں کو ایذا نہ دی جائے جو خود بخود اپنے جرم کا اعتراف کرلیں، جو کم عقل، نابالغ، ضعیف، بیمار، نشے میں مدہوش دیوانے، بھوکے پیاسے، لمبے سفر سے تھکے ہارے وہ جو ابھی پیٹ بھر کر کھانا کھا کے اٹھے ہوں''(۵۲)

شریعت اسلامی میں درج ذیل صورتوں میں حد جاری نہیں ہوگا۔

۱۔ محارب اپنے جرم کے ارتکاب کا اقرار کرے، جبکہ مستغیث کی تکذیب کرکے کہے کہ اس نے ہمارے اوپر رہزنی نہیں کی۔

۲۔ محارب اپنے اقرار سے رجوع کرے۔

۳۔ مستغیث گواہ کی شہادت کی تکذیب کرے۔

۴۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہونے سے قبل محارب کسی جائز طریقہ پر لوٹے ہوئے مال کا مالک بن جائیں، مثلاً محارب کسی لوٹے ہوئے مال کی قیمت ادا کرکے اسے راضی کرے یا اس سے وہ مال ہبہ کرالے۔

۵۔ اگر محارب گرفتاری سے قبل توبہ کرلے تو اس سے حد حرابہ ساقط ہوجائے گی، کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo ۵۳))

ترجمہ: مگر جولوگ توبہ کرلیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ، توتمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

درجہ بالا آیت کی روشنی میں توبہ کرنے والے محارب سے لازم ہونے والی سزائیں قطع، قتل، پھانسی اور نفی (جلاوطنی/قید) سا قط ہوجائیں گی اور قبل قدرت کا مطلب یہ ہے کہ امام (حکومتِ وقت) نے مجرم کے خلاف کوئی عملی اقدام نہ اٹھایا ہو، عملی اقدام اٹھا نے اور قانون کے متحرک ہوجانے کے بعد توبہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۵۴) مگر اس توبہ سے شخصی حقوق ساقط نہیں ہونگے اور ان حقوق پر وہ بدستور مسئول ہوگا۔

۱۔ مجرم کو باعزت طور پر بری کردیا جائے گا۔

۲۔ مجرم کے پاس مال کی موجودگی میں مستغیث سے چھینا ہوا مال واپس کرے گا، جبکہ ضائع ہوجانے اور عدم موجودگی کی صورت میں اس کا تاوان ادا کرے گا۔

۳۔ اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زخمی کیا ہو تو قابلِ قصاص افعال میں قصاص عائد ہوگا، ورنہ دیت لازم آئیگی۔

۴۔ اگر محارب نے حرابہ کے ساتھ مخصوص افعال کے علاوہ اور کوئی فعل انجام دیا جن پر حد لازم آتی ہے جیسے زنا، قذف، شرب خمر اور سرقہ وغیرہ تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کی توبہ سے ان جرائم کی حد ساقط نہیں ہوگی، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف حد سرقہ ساقط ہوگی اور یہ بھی اس وقت جب سارق پکڑ جانے سے اور مال کی واپسی سے پہلے ہی توبہ کرلے۔ فرق یہ ہے کہ چونکہ سرقہ صغریٰ اور سرقہ کبریٰ میں خصومت شرط ہے اس لئے کہ محل جنایت خالص حق عباد ہے اور خصومت توبہ پر ختم ہوتی ہے جس کا تتمہ مال کی واپسی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جب مال مالک کو واپس مل گیا تو اسے سارق سے حق خصومت ہی باقی نہیں رہا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی راجح رائے اور امام شا فعیؒ کی مرجوح رائے یہ ہے کہ توبہ سے ہر حد ساقط ہوجاتی ہے، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا (۵۵)

ترجمہ: اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں، ان دونوں کو تکلیف دو پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دو۔

۶۔ محارب کے لئے ضروری ہے کہ بالغ ہو، اور نابالغ پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ سب کے لئے ایک ہی شرعی حکم ہے، لہذا ایک کے حق میں شبہ، سب کے حق میں شبہ ہوگا، لیکن تمام بالغ مردوں کو تعزیری سزا دی جائے گی، مرد ہو اور متضرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو، اور جس مال کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو وہ مال جائز طور پر اس کے قبضے میں آیا ہو، مال معصوم ہو، مالیت رکھتا ہو، متضرر کی ملکیت میں ہو، محفوظ ہو، نصاب کے برابر ہو، محارب اور متضرر دونوں کا کوئی حرابہ میں رشتہ دار نہ ہو، اگر یہ شرائط پوری نہ ہو رہی ہو تو مجرم کو سزائے حد نہ ہوگی بلکہ اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

۷۔ جرم حرابہ میں اگر کوئی عورت شریک ہو اور مال لے تو اس پر حد کا اجراء نہ ہوگا، لیکن امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک راہزنی میں مرد و عورت دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے، بشرطیکہ کہ اس جرم میں اجرائے حد کی دوسری تمام شرائط پوری ہو رہی ہو

اورعورت کے ساتھ شریک مرد کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک ان پر بھی سزائے حد نہیں ہے، لیکن انہیں تعزیری سزا دی جائے گی۔

۸۔اگرمحارب کی جماعت میں کوئی پاگل تھاتو دیکھا جائے گا کہ آلہ جارحہ کے ذریعہ قتل کس سے صادر ہوا ہے؟ عاقل سے صادر ہونے کی صورت میں مقتول کے اولیاء کوقصاص یا معاف کرنے کاحق حاصل ہوگا، اور نابالغ سے صادر ہونے کی صورت میں مجنون کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور مجنون کے مال لینے کی صورت میں مال ادا کرنے کے ذمہ دار ہونگے۔(۵٦)

۹۔اگرمتضرر شخص مسلمان یا ذمی نہ ہومثلاً حربی مستامن (دارالحرب یعنی مملکت کافرہ کے وہ شہری جو دارالاسلام میں سفر کی خصوصی اجازت حاصل کر کے آیا) ہوتو حنفیہ کے نزدیک مجرم پر حد جاری نہیں ہوگی، بلکہ اسے تعزیری سزادی جائے گی، کیونکہ اس نے ایک ایسے جرم کاارتکاب کیا ہے جس میں کوئی متعین سزانہیں ہے۔(۵۷)

۱۰۔اگرایک قافلہ سفر پر ہے کہ دوران سفرخوداس کے قافلہ کے کچھ لوگ دوسروں کے خلاف راہزنی کاارتکاب کرڈالیں تو حد واجب نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں حرز ایک ہی ہے یعنی قافلہ، اوراس کی نوعیت ایسی ہوگی جیسا کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ ایک مکان میں قیام پذیر ہواوراس کی چوری کرے اس لئے حد واجب نہ ہوگی۔

۱۱۔جرم حرابہ کاارتکاب اگرشہر کے اندر ہوتو امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک مجرم کو حد کی بجائے سزائے تعزیر دی جائے گی، کیونکہ راہزنی کاوقوع وہاں ہوتا ہے جہاں متضررین کسی کو مدد کے لئے نہ پکار سکتے ہوں، لیکن آبادیوں میں بسہولت لوگوں کو مدد کے لئے بلا سکتے ہیں۔لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک ان پرسزائے حد کا اجراء ہوگا، کیونکہ اس جرم میں نفاذ حد کی علت یہ ہے کہ مجرموں نے راہزنی اورعلی الاعلان اور بزورقوت متضررین سے مال چھینا۔اورآبادیوں کے اندرغیرعلاقوں کی نسبت اسی جرم کاارتکاب زیادہ سنگین ہوتا ہے کیونکہ جنگلوں کی نسبت شہروں میں بغاوت اورلوٹ ماراس بات کی دلیل ہے کہ مجرم بڑا طاقتور ہے، لہذا شہراورجنگل میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔(۵۸)

خلاصۃ البحث

جرم کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسان کی، اسی لئے دنیا کے تمام ہی مذہبی اورغیرمذہبی (وضعی) قوانین میں جرم وسزا کے مسئلہ کوخاصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ جرم وسزا کاانسان اورکائنات کے متعلق انسانی تصورات واعتقادات سے مربوط تعلق ہے ۔جرم خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو، تمام مذاہب کے تعلیمات کے سراسرمنافی اورانسانی اقدار کے خلاف ہے۔اورتمام مذاہب نے مجرم کی ممکنہ حوصلہ شکنی اورجرم کی بیخ کنی پرزوردیا ہے۔کیونکہ جرائم کے خاتمے ہی سے لوگ سکھ کاسانس لے کراپنی تمام ترتوجہ روحانی واخلاقی ضروریات پرمرکوز کرسکتے ہیں۔

مذکورہ بحث کاخلاصہ یہ ہے کہ سیاسی جرائم کواسکالراورفقہاء کی اصطلاح میں ''بغاوت'' کہا جاتا ہے۔ارتھ شاستر میں ایسے لوگوں کوسخت سزادینے اورسختی سے نمٹنے کی تلقین کی گئی ہے۔جو بادشاہ یا حکومت کے خلاف لوگوں کوشروفساداورمزاحمت پر

اُکسائیں، کیونکہ اس سے خود لوگوں میں بے چینی اور خوف و ہراس پھیلتا ہے۔ ارتھ شاستر کے مطالعہ سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ ہندومت میں غیر قانونی طور سے دوسرے کا مال لینا ایک قابل حد (موت کی سزا) اور قابل تعزیر (مالی سزا) جرم ہے۔ خواہ وہ اعلانیہ تشدد کے ساتھ ہو یا بغیر تشدد کے چھین لینا ہو، یا دھوکہ دہی سے ہو، نا قابل معافی جرم ہے اگر چہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ لے۔

اس کے برعکس اسلامی فقہ کے اصطلاح میں حرابہ سے مراد، سربراہِ ریاست یا امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا، اسے معزول کرنا یا حکومتِ وقت کے خلاف ایک گروہ کے ذریعے طاقت کا استعمال کرنا شامل ہے، چنانچہ فقہ اسلامی کی رو سے بھی قصاص ،حدود و تعزیرات کا نفاذ صرف حاکم وقت یا اس کے نائب کے مقرر کردہ نائب کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ لہذا دنیاوی قوانین میں سزاؤں کا مقصد ظلم وزیادتی کا انسداد، امن عامہ کا قیام اور حقوق انسانی کا تحفظ ہے کیونکہ معاشرے میں بھی اس وقت تک امن وامان نہیں آسکتا، جب تک اس میں عموماً جرائم کا ارتکاب کم سے کم نہ کیا جائے۔ اس لئے ہر مذہب اور معاشرے میں جرائم کی روک تھام کے لئے کسی نہ کسی صورت میں مقررہ سزا اور تعزیر موجود ہے۔

شریعت اسلامی کے مقاصد پانچ ہیں جن میں تحفظِ دین، تحفظِ نفس، تحفظِ عقل، تحفظِ نسل اور تحفظِ مال شامل ہیں، چونکہ مال کے تحفظ سے مراد جان اور آبرو کی حفاظت ہے اس لئے شریعت اسلامی نے مال کے تحفظ کے متعلق ہدایات اور تحدیدات متعین کر کے باطل طریقوں اور ذرائع کی طرف متجاوز ہونے کی اجازت نہیں دی اور قرآن نے باطل طریقہ پر ایک دوسرے کا مال کھانے سے منع فرمایا۔ لہذا اسلام میں سزاؤں کے دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ تصورِ آخرت اور خدا کی رضا جوئی بھی ہے، کیونکہ قرآن جہاں کہیں جرم کی دنیوی سزا و عقوبت کا ذکر کرتا ہے، وہاں آخرت کی مسئولیت کا احساس بھی دلاتا ہے، چونکہ معاشرے میں لوگ مختلف جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، اسی طرح جرائم کی سزائیں بھی مختلف نوعیت کے حامل ہیں۔

الغرض ارتھ شاستر اور فقہ اسلامی میں مالی جرائم کے سلسلے میں عام چوری اور حرابہ میں فرق کر کے دونوں کے نزدیک لفظِ سرقہ میں خفیۃً ارتکاب جرم کے مفہوم کو شامل کر دیا ہے، جبکہ لفظِ حرابہ میں جھراً اور بصورتِ استعمالِ قوت ارتکاب جرم کا مفہوم شامل ہے۔ دونوں کی رو سے حرابہ کی سزا عام سرقہ کے مقابلے میں اس لئے زیادہ رکھی گئی ہے کہ اس میں مجرم ریاستی اداروں کی قوت اور صلاحیت کو للکارتا ہے اور اپنے آپ کو سرکار کے مقابلے میں زیادہ طاقتور سمجھتا ہے۔ لہذا ان کے لئے سزا بھی سخت رکھی گئی ہے تاکہ اور لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور اس طرح کے جرم سے اجتناب کریں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) ''کوتلیہ'' کے معنی ہے subsistence of man یعنی وہ شخص جو تھوڑے خوراک اور پیسے پر قناعت کرے۔ www.encyclopedia.kautilya.com جبکہ'' چانکیہ'' کے معنی ہیں چانک نامی مُنی کے خاندان کا (فرد) کی جاتی ہے۔ راجیسورراؤ اصغر، ہندی اردولغت، بذیل مادہ'' چانکیہ'' واضح رہے کہ مُنی کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو دُکھ اور سُکھ کی حالت میں یکساں رہے / رشی عابد۔ راجیسورراؤ اصغر، ہندی اردولغت، بذیل مادہ ''مُنی'' سُچیت کتاب گھر، لاہور۔

(۲) راجیسورراؤ اصغر، ہندی اُردولغت، بذیل مادہ'' ارتھ'' سُچیت کتاب گھر، لاہور۔

(۳) ایضاً: بذیل مادہ'' شاستر''

(۴) ارتھ شاستر، کوتلیہ چانکیہ، ص ۵۹۳ حاشیہ نمبر ۱۱، مترجم: محمد اسماعیل ذبیح، ٹیکساس پرنٹرز، یونیورسٹی روڈ کراچی، فروری ۱۹۹۱ء

(۵) راجیسورراؤ اصغر، ہندی اُردولغت، بذیل مادہ'' ارتھ'' سُچیت کتاب گھر، لاہور۔

(۶) http://www.sankalpindia.net/drupal/arthashastra-oldest-book-total-management-war-strat

(۷) http://www.sankalpindia.net/drupal/arthashastra-oldest-book-total-management-war-strat

(۸) اشوک وردھنا، موریا خاندان سے تعلق رکھنے والا تیسری قبل مسیح میں ہندوستان کا حکمران گزرا ہے۔ بعد میں اشوک وردھنانے بدھ مت اختیار کرکے بدھ مت کے لئے بہت کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دورِ حکومت میں بدھ مت نے بہت ترقی کی۔ نیز انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں ہر مذہب کے پیروکاروں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی دی۔

Oxford Concise Dictionary of World Religions,John Bowker, P-59,Oxford University Press.

(۹) ارتھ شاستر، ص ۱۵

(۱۰)

http://www.sankalpindia.net/drupal/arthashastra-oldest-book-total-management-war-strat

(۱۱) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۰ سٹی بک پوائنٹ کتاب مارکیٹ اردو بازار کراچی دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۵ء۔

(۱۲) ارتھ شاستر، باب نمبر ۳، جزو ۱۷ ص ۳۸۵، ٹیکساس پرنٹرز، یونیورسٹی روڈ کراچی، پاکستان فروری ۱۹۹۱ء۔

(۱۳) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۹ ص ۴۱۹، ایضاً

(۱۴) ایضاً: باب نمبر ۴، جزو ۱۱ ص ۴۲۲

(۱۵) ایضاً: باب نمبر ۴، جزو ۱۳ ص ۴۲۸

(۱۶) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۰-۳۶۱

(۱۷) فتاویٰ ھندیہ، ج ۲ ص ۱۸۶، شاہکار بک فاؤنڈیشن حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ، کراچی سطن۔

(۱۸) فتاویٰ ھندیہ، ج ۲ ص ۱۸۶ / ابن عابدین، ردالمختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، ج ۳ ص ۲۱۹

(۱۹) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۱

(۲۰) ایضاً: ج ۹ ص ۳۶۳

(۲۱) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۱ / زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۴

(۲۲) ایضاً: / السرخسی، المبسوط، ج ۹ ص ۲۰۳

(۲۳) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۰

(۲۴) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۱۱ ص ۴۲۴

(۲۵) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۰ / زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۴

(۲۶) موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۳۰۴، شاہکار بک فاؤنڈیشن حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ، کراچی سطن۔

(۲۷) ارتھ شاستر، باب نمبر ۳، جزو ۱۱ ص ۳۶۶

(۲۸) ایضاً: باب نمبر ۴، جزو ۸ ص ۴۱۶

(۲۹) عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، ج ۲ ص ۶۴۲ / الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۶

(۳۰) القرآن ۵:۳۳

(۳۱) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ابواب الحدود، باب ماجاء فی المحاربة، رقم الحدیث ۴۳۶۴، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۹۹۱ء۔

(۳۲) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۱۱ ص ۴۲۴

(۳۳) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص /۳۶۶ موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۳۱۳

(۳۴) زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۴۔۱۵۵

(۳۵) امام مالک بن انس، المدونہ، ج ۱۶ ص ۹۸۔۹۹، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔

(۳۶) امام مالک بن انس، المدونہ، ج ۱۶ ص ۹۸۔۹۹ / ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱ / زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۴ / موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۳۱۳۔۳۱۴

(۳۷) ابن حزم، المحلی، ج ۱۱ ص ۱۸۱۔۱۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اولیٰ ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ء۔

(۳۸) ارتھ شاستر، باب نمبر ۳، جزو ۱۷ ص ۳۸۶

(۳۹) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۷/ شرح الازہار، ج ۴ ص ۳۷۷/ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱ / ابن حزم، المحلی، ج ۱۱ ص ۳۲

(۴۰) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۱۱ ص ۴۲۴

(۴۱) ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۷ ص ۹۴/ امام مالک بن انس، المدونہ، ج ۱۶ ص ۹۹ / ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱/ موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۳۰۷

(۴۲) المدونہ، ج ۱۶ ص ۹۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اولیٰ ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ء۔

(۴۳) ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱۔۳۸۲

(۴۴) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۱۱ ص ۴۲۴

(۴۵) موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱۰ ص ۳۰۷/ زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۵ / الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۶

(۴۶) امام مالک بن انس، المدونہ، ج ۱۶ ص ۹۹/ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱

(۴۷) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۶۸

(۴۸) ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱

(۴۹) موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۱ ص ۳۰۸

(۵۰) ایضاً: / ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۲ ص ۳۸۱/ زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۵

(۵۱) موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، ج ۹ ص ۳۰۹ تا ۳۲۳ / زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص /۱۵۵ الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۷۲

(۵۲) ارتھ شاستر، باب نمبر ۴، جزو ۸ ص ۴۱۶۔۴۱۷

(۵۳) القرآن ۵:۳۴

(۵۴) زکریا بن محمد الانصاری، اسنی المطالب، ج ۴ ص ۱۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اولیٰ ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۲ء۔

(۵۵) القرآن ۴:۱۶

(۵۶) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج ۹ ص ۳۷۳ تا ۳۷۵

(۵۷) السرخسی، المبسوط، ج ۹ ص ۲۰۴۔۲۰۵، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ محرم ۱۴۲۰ھ۔ اپریل ۱۹۹۹ء۔

(۵۸) السرخسی، المبسوط، ج ۹ ص ۲۰۱